مترجم : ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

(پہلی قسط)

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وعلیٰ

من تبعہ الی یوم الدین

اما بعد! ہم جناب مولانا عبید اللہ سندھیؒ صاحب کے حالات۔ آپ کے شجرہ علمی اور انقلابی قوت، انقلابی مسلک اور تفسیر سورہ "فاتحہ" سورہ بقرہ پر روشنی ڈالنا چاہتے تھے لیکن مولانا موصوف کے شاگرد رشید مولانا "ابوسعید غلام مصطفٰے صاحب" سندھی پروفیسر ایس ایم کالج کراچی سکٹری بیت الحکمت نے اس تفسیر کے آخر میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ تفسیر کے سامنے ہی ساتھ کر دیا اور اس سے مستغنی ہو گئے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ہماری ملاقات ۱۹۳٦ئہ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی چونکہ مولانا میری کتاب "ولی اللہ" شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات میں جو میں نے لکھی تھی جس کو مولانا محمد سورتی صاحب نے شائع کی تھی اس کا ایک نسخہ پہلے ہی سے مولانا کے پاس پہنچ چکا تھا چونکہ ہم رمضان المبارک سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔ اور سب سے پہلے ہمارا قافلہ ہی پہنچا تھا۔ ہم عمرہ کے ارکان ادا کرنے

کے بعد نماز ظہر کے لئے مسجد حرام میں پہنچے - ایک آدمی پوچھتا ہوا پہنچا - ابو العلاء محمد اسمٰعیل صاحب کون ہیں؟ میں نے کہا - میں ہوں - کیا کام ہے؟ اس نے کہا مولانا عبید اللہ سندھی صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں - میں نے کہا مولانا کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ سامنے حرم میں بیٹھے ہیں - میں مولانا کے پاس پہنچا - ملاقات ہوئی - مولانا صاحب نے مجھ سے کہا حکومت سعودیہ نے مجھ پر بہت سی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں - اس لئے جو کچھ میں کہوں محفوظ رہے - میں نے کہا محفوظ رہے گا -

اس کے بعد وقتاً فوقتاً مولانا صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں - افغانستان، روس، ماسکو، لینن گراڈ کے بہت سے تجربات انہوں نے پیش فرمائے -

ان واقعات و تجربات میں سے ایک یہ تھا کہ جو انھوں نے بڑی دلسوزی کے ساتھ پیش فرمایا کہ ہندوستان کے زعماء اور قائدین نے روس کے اقتدار اعلیٰ کو باور کرا دیا تھا اب اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل بہت تاریک ہے - اسلام اب مٹا ہی چاہتا ہے ——— میں نے روس میں اپنا رسوخ پیدا کیا اور روس کے زعماء و قائدین سے ملا - رفتہ رفتہ - ملاقاتیں اور بحثیں آتے گئیں - اور بالآخر روس کے باقی کمانڈر اور دوسرے زعماء و قائدین کو منوالیا کہ اسلام سے بہتر کسی مذہب کا مستقبل اتنا روشن نہیں - جتنا اسلام کا مستقبل روشن ہے - اور وہ اس کے قائل ہو گئے - اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر اسلام ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ایسی پارٹی ہے تو ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار ہیں - ہمارا پروگرام صرف اقتصادی ہے آپ کا پروگرام قرآن کا پروگرام ہے جو اقتصادی بھی ہے اور روحانی بھی، زندگی اور مرنے کے بعد کا پروگرام آپ کے پاس موجود ہے ——— ہم اس پارٹی کا مذہب بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں ——— میں نے کہا کوئی ایسی پارٹی موجود نہیں ہے   مولانا سندھیؒ نے اس کے بعد فرمایا روس نے اپنے پروگرام میں بہت کچھ تبدیلی پیدا کر دی ہے - اور میں نے روس کے اقتدار اعلیٰ سے مایوس نہیں ہوں - بالآخر روس ضرور اسلام پر آکر ٹھکے گا - اگرچہ اس کے لئے کچھ عرصہ درکار ہے -

چونکہ میں مولانا ابو الکلام صاحب سے اپنی کتاب "ولی اللہ" میں "حجۃ اللہ البالغہ" شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کا وعدہ کر چکا تھا - مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے مجھ سے فرمایا - آپ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کر دیں - اس کتاب کا ترجمہ کرنے والے علماء اب ناپید ہو چکے ہیں - اگر کچھ ہیں بھی تو وہ ہمت نہیں

کرتے ہیں نے کہا، مولانا میں کوشش کروں گا۔ لیکن کتاب بہت مشکل ادق اور ضخیم ہے ہمت نہیں ہوتی۔ مولانا نے فرمایا اس کتاب کا ترجمہ آپ ضرور کر دیں۔ مسلمانوں پر بڑا احسان ہوگا۔ مولانا ابوالکلام صاحب نے بھی فرمایا تھا کہ آپ ترجمہ ضرور کر دیں۔ اگر اس ترجمہ نے کچھ بھی نہیں کیا صرف کسی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی اصلاح کر دی تو سمجھ لیجئے کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔

ہم نے ۱۹۴۲ء میں اس کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا اور ۱۹۴۶ء میں ختم کر دیا۔ الحمدللہ کہ میں نے ان بزرگوں کی خواہش کو پورا کر دیا۔ اب مسئلہ اس کی اشاعت کا سامنے آیا تو محمد سرور صاحب پروفیسر جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی اس کے لئے تیار ہو گئے۔ کتاب وہاں بھیج دی گئی اور انگریز اپنی ڈپلومیٹک کی چنگار رکھ کر ہندوستان چھوڑ بھاگے۔ پروفیسر محمد سرور اپنے بچوں کو لانے کے لئے لاہور گئے اور دہلی میں آتش زنی مار دھاڑ شروع ہو گئی قرول باغ میں بھی آتش زنی اور مار دھاڑ زوروں کی ہوئی پروفیسر محمد سرور صاحب وہیں لاہور میں مقیم ہو گئے۔ اور ہماری کتاب بھی اس ہڑبونگ میں لٹ گئی۔ اور بالآخر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے ہاتھ لگی۔ میرا دہلی جانا ہوا۔ مولانا ابوالکلام صاحب کے یہاں بہت سے علماء جمع تھے اثناء تذکرہ میں اس کتاب کا ذکر ہوا۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے فرمایا یہ کتاب میرے پاس ہے۔ میں نے کہا وہ میری ہے۔ غرض میں نے ان سے کتاب وصول کی اور پروفیسر محمد سرور صاحب کو لاہور بھیج دی۔ انھوں نے شیخ غلام علی اینڈ سنز کو اس کی طباعت واشاعت کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس ادارہ نے کشمیری بازار لاہور اور بندر روڈ کراچی سے شائع کر دی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

مولانا عبیداللہ صاحب نے رمضان المبارک میں مجھے عبقات دی کہ اس کا مطالعہ کر لیجئے میں نے جستہ جستہ مقامات اس کتاب کے دیکھ لئے۔ چونکہ رمضان المبارک کے بعد ہی مدینہ منورہ کا سفر درپیش تھا میں نے کتاب مولانا کو واپس کر دی۔ ہم نے اونٹوں سے مدینہ کا سفر کیا تھا۔ اس لئے احرام حج سے کچھ ہی دن مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس کے بعد مولانا سندھی صاحب سے بہت ہی کم ملاقات ہوتی تھی۔

ایک دو مرتبہ مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی کے دولت کدے پر مولانا کے ہمراہ رمضان المبارک میں جانا ہوا۔ جہاں سحری تک اہل علم کا اجتماع رہتا تھا۔ یہ مکان صفا سے لگا ہوا ہے اس کی دیوار صفا کے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔

مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا، مولانا ابوالکلام صاحب کو میں نے ایک خط لکھا تھا مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے روس کے زعماء اور قائدین کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ تین کروڑ روپیہ وہ ہندوستان کی کانگریس کو دیدیں اور وہ اندرون ہند سے انگریزوں کے خلاف تحریک چلائیں۔ اوپر سے روس حملہ کر دیوے۔ اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیویں۔ لیکن روس کا کچھ حصہ ملک کا دینا ہوگا۔ میں یہاں کچھ خاموش ہو رہا۔ تو مولانا نے فرمایا۔ ملک کا کچھ حصہ دینا آپ کو گوارا نہیں ہے۔ کیا پورے ہندوستان پر کبھی کسی کا قبضہ رہا ہے سوائے دو بادشاہوں کے۔ ایک مہاراجہ "اشوکا" دوسرا عالمگیر اورنگزیب۔ ان دو کے سوا تمام کی حکومتیں ناقص تھیں یا یہ کہ ہندوستان کے ٹکڑوں پر حکومت کرتے تھے۔ اب میرے پاس روس میں کوئی آدمی نہیں ہے جو اس کام کو دیوے اگر مولانا چاہیں تو جاپان سے معاملہ کرا دوں وہاں میرے آدمی کام کر رہے ہیں۔

میں نے کہا مولانا ابوالکلام صاحب کو آپ کا خط نہیں پہنچا ہوگا۔

ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا میں نے ہندوستان کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان کو دو حصوں میں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کیا۔ اور اسکیم کو انگریزی میں چھپوا کر روس سے شائع کیا تھا۔ لیکن انگریزوں نے میری اسکیم کا داخلہ ہندوستان میں بند کر دیا۔ کہیں ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاتھ اس کی کاپی آگئی۔ تو انھوں نے حذف و ترجم کے بعد ہندوستان اور پاکستان بنا کر ایک اجلاس میں پیش کر دیا۔

مولانا عبیداللہ صاحب ایک زبردست انقلابی آدمی تھے، ان کا پروگرام دستور العمل، نظام خلافت وسلطنت اسلام کے عین مطابق تھا۔ قرآن حکیم، احادیث نبویؐ اور اسوہ شیخین پر تھا۔ مولانا پوری پوری امید رکھتے تھے کہ ایسا انقلاب ہو کر رہے گا۔ اگرچہ اس کے لئے کچھ عرصہ درکار ہوگا۔

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کا پہلا حصہ تفسیر القرآن الحمد اور سورۂ بقرہ عربی میں شائع ہو گیا۔ "بیت الحکمت" کراچی سے جناب مولانا ابوسعید غلام مصطفےٰ صاحب پروفیسر ایس۔ ایم کالج کراچی نے شائع فرمایا ہے اور آج ہم اس تفسیر کا ترجمہ اردو میں قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اسی سال ہم ماہ ذی قعدہ میں پاکستان کراچی گئے ہوئے تھے۔ مولانا ابوسعید غلام مصطفےٰ صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے یہ تفسیر عنایت کی۔ محرم میں ہم اپنے وطن پہنچے اور اس تفسیر کا

اردو میں ترجمہ شروع کردیا - اور آج شعبان ۱۳۸۳ھ میں یہ ترجمہ تیار ہوگیا - والحمدللہ علیٰ ذالک -

ہم قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ جہاں وہ مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کے لئے دعا فرمائیں اس خاکسار کو بھی نہ بھولیں - مولانا سندھیؒ نے عربی میں تفسیر لکھی تو ہم نے اس کا اردو ترجمہ پیش کردیا

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولانا ابوسعید غلام مصطفےٰ صاحب اور مولانا محمد نور مرشد صاحب نے مولانا کی تفسیر پر جابجا عربی میں حاشیے لکھے ہیں ہم نے ان حواشی کا ترجمہ بھی اردو میں کردیا ہے اور بعض جگہ ہم نے خود بھی حاشیے لکھے ہیں -

مولانا سندھیؒ نے اپنی تفسیر میں جابجا تنبیہات لکھی ہیں - اس میں اکثر اپنے تجربات اور خاص خاص واقعات کا ذکر کیا ہے جو نہایت قابل قدر اور نتائج وثمرات کی حامل ہیں -

اس تفسیر کے مطالعہ سے مولانا سندھیؒ کا تبحر علمی ، علماء کرام اور عام مسلمانوں کو معلوم ہوگا - کہ مولانا سندھیؒ کون تھے ؟ اور کیا تھے ؟ اور کیسے تھے ؟ اور ملت اسلام پر اس تفسیر کو لکھ کر انھوں نے کیا احسان کیا ہے - ان اللہ لا یضیع اجرالمحسنین -

مولانا عبیداللہ صاحب نے ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا - اور جوار رحمت اللعالمین میں جا سوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وسکنہ فی الجنۃ - آمین -

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ

اولائک الذین ھداھم اللہ واولائک ھم اولوالالباب

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ
۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

سعید منزل گودھرہ
ضلع پنج محل - صوبہ گجرات
(انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

الحمد للہ الذی اصطفانا واورثنا کل کتاب انزلہ من قبلنا ۔
الحمد اللہ الذی ھدی البشر کافۃ بالقرآن الکریم الذی جعل بہ
نبیہ رحمۃ للعالمین وبالفرقان الذی انزلہ علی عبدہ لیکون بہ نذیرا للعالمین
اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد۔ کما صلیت
علی اسیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید ۔
اللّٰھم بارک علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما بارکت علی
سیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید ۔

اما بعد : اللہ جل جلالہ نے اپنا جلال وجمال خوب واضح اور روشن فرما دیا ہے اور اس کا انعام ہر خاص وعام پر پھیلا ہے ۔ مجھے اس نے طلب قرآن ، فہم کتاب اللہ اور قرآن کے علوم کے حصول میں اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے ۔ الحمد للہ کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی ۔

میں نے قرآن کریم اور تمام علوم جو متقدمین سلف نے اس بارے میں مدون و تحریر کئے ہیں ان کا مطالعہ کیا اور اسی طرح معارف عموی کی جن کا فہم قرآن کریم کے سلسلے میں انسان محتاج ہے طلب وجستجو کی اور جیسے جیسے ان کی طلب وجستجو میں میں نے اجتہاد وکوشش کی ۔ میرا شوق ورغبت قرآن کریم کی طلب وجستجو میں بڑھتا ہی گیا ۔

ہمارے مدارس کا یہ حال ہے کہ علوم مطلوبہ کی تحصیل تعلیم وتعلم کے ذریعے کی جاتی ہے ۔ اور کتابوں کے اندر جو کچھ لکھ دیا ہے اُسے پڑھ لیا جاتا ہے کتاب اللہ کی آیتوں کے ساتھ "کون کبیر" کی آیتوں پر غور و تدبر کرنا نہیں سکھایا جاتا اور طالب علم کو معلومات مستحضر ہوں ۔ اور جس مطلوب کے لئے وہ کوشاں اور سرگرم ہے اس کی طرف اس کا ذہن موڑنا جس سے وہ آگے اقدام کر سکے یہ نہیں سکھایا جاتا ۔ یہ طریقہ حفظ واخذ اور مضامین کتب کے محفوظ کرنے کا ہے یہ طریقہ نظر وبصیرت غور و تدبر اور علوم میں تعمق کا نہیں ہے ۔

طلب علم میں میں بھی اسی راہ پر گامزن ہوا۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا جو عام طلبہ کے حفظ واخذ کا تھا۔ میں نے مطالعہ کا وہی طریقہ اپنایا۔ جو مشائخ مدارس کا تھا۔ اور اس طرح کتابوں کا مطالعہ کیا جس طرح مشائخ مدارس کیا کرتے تھے۔ میں نے تمام تفاسیر مطبوعہ وغیر مطبوعہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا مختلف لائبریریوں میں پہنچا جس میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ تفاسیر موجود تھیں مثلاً میں نے کتاب البصائر صاحب قاموس اور نظم الدرر امام بقاعی کا جو آیات قرآنی اور اس کی سورتوں کی مناسبت سے لکھی گئی ہے، مطالعہ کیا۔ ان بے شمار تفاسیر میں، میں نے مطلوبہ افادیت اور وضاحت بیان نہ پائی اور تمام کو ایک راہ پر چلتے دیکھا۔ اور یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں۔ میں نے ان میں تکرار مضامین اور اختصار کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ لکھتے لکھتے ان مفسرین کے قلم تھک گئے لیکن اس سے افکار اور تشحقیں سیراب نہ ہوسکیں۔

جب میں ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۶ء میں سیاحت نجد و یمن کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا تو میں نے حرم مکی میں امام عبیداللہ بن اسلام[1] کو پایا اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے[2] اور ان کے افادات میں جو اسلام کے طلبہ اور استاذان ہند ان سے حاصل کر رہے ہیں خیر و برکت عطا فرمائے۔

میں پہلے سے اس استاذ شفیق کو جانتا تھا اور مجھے بھی وہ جانتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی نہیں پھٹکتا۔ شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان کے پاس

---

[1] عربوں کے ہاں چونکہ والد کا نام لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے اس لئے مولانا عبیداللہ سندھی عربی میں اپنے نام عبیداللہ بن اسلام لکھا کرتے تھے۔ گویا اشارہ تھا ان کے نومسلم ہونے کی طرف۔ [2] اس وقت مولانا سندھی زندہ تھے۔

[3] میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ ہمارا قافلہ ہندوستان سے پہلا قافلہ تھا۔ ظہر کی نماز کے لئے ہم حرم میں گئے تو جماعت سے پہلے ایک شخص آیا اور میرا نام لے کر کہا کہ اس نام کا آدمی کون ہے میں نے کہا میں ہوں۔ وہ مجھے بلا کر مولانا عبیداللہ صاحب کے پاس لے گیا۔ پہلے تو انھوں نے مجھ سے بات کرنے میں تامل کیا لیکن چونکہ میری کتاب "ولی اللہ" سوانح حیات شاہ ولی اللہ پہلے ہی پڑھ چکے تھے اس لئے بہت بے تکلف ہو گئے اور مجھ سے بلا تکلف باتیں کرنے لگے اور مجھ سے کہا کہ۔ بھائی! میرے لئے حکومت نجد و حجاز نے سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ سیاسیات وغیرہ میں کسی سے بات کرنے کی ممانعت ہے کر رکھی ہے اور اس شرط سے میں رہتا ہوں۔ الخ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

جا کر بیٹھا اور وہ بھی استفادہ کی غرض سے نہیں بلکہ حسب عادت تبرک حاصل کرنے کی غرض سے امام سندھی نے اپنی ساری عمر قرآن کریم اور اس کے فلسفہ کے لئے وقف کردی ہے اور وہ قرآن کریم کے فلسفہ کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہے، جانتے ہیں اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول پر جانتے ہیں۔ امام سندھی نے امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی تحصیل اور اسی کی شرح میں مدتیں گزاریں۔ یہانتک کہ انہیں اس پر یقین کامل ہوگیا انہوں نے اس فلسفہ کو تمام فلسفوں پر ترجیح دی۔ اور پھر امام ولی اللہ دہلوی کے اسی فلسفہ پر پورے قرآن کی تعبیر کی۔

امام سندھیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے۔ ایسی عقیدت میں کسی کے اندر نہیں پاتا وہ امام ولی اللہ دہلویؒ کا غایت درجہ کا احترام کرتے تھے اور انھیں تمام اماموں سے افضل اور امام الائمہ مانتے تھے بلکہ امام سندھی کا یہ اعتقاد تھا کہ سارے عالم کو امام ولی اللہ کا احترام کرنا چاہیئے۔ ایسا احترام جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرامؓ کرتے تھے۔

اس سے پیشتر میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

بقیہ صفحہ گزشتہ:

آپ سے بات چیت کر رہاں ۔ محفوظ رہے۔ مولانا ابوالکلام سے میرا تعلق ان کو میری کتاب "ولی اللہ" سے ہو چکا تھا انھوں نے مجھ سے کہا روس میں پہلے میرے آدمی نے مولانا ابوالکلام صاحب کو میں نے خط لکھا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت جب میں روس میں تھا۔ وہاں میرے آدمی نے ان کے ذریعہ حکومت روس سے دو تین کروڑ روپیہ کانگرس کو دلوا دیتا روس انگریزوں پر حملہ کرے اور کانگریس ان روپوں سے انگریزوں سے کے خلاف گوریلا جنگ شروع کردیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اب میرا تعلق روس سے ٹوٹ چکا ہے۔ وہاں میرے آدمی جاپان میں کام کر رہے ہیں اور جاپان سے وہی کرنا ہے جو روس سے کرنا چاہتے تھے۔ اگر مولانا ابوالکلام صاحب یہ منظور ہو تو مجھے اطلاع کرا دیں۔ میں نے کہا حج سے واپسی کے بعد مولانا ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرکے اس کا جواب میں دونگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور جب کہ انگریز ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور وہ ملک ہندوستان اور پاکستان میں بٹ گیا۔

ان ہر دو ملکوں کی جو حالت ہے وہ معلوم ہے خاص کر رشوت ستانی نے ان ہر دو ملکوں کو بے جان کر کے رکھ دیا ہے۔

رشوت نے عدل و انصاف کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ اور یہ ظلم انتہائی ظلم ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے کہا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

پڑھ چکا تھا۔ ان کتابوں کو میں نے ایسا پایا، جس کی مثال اور نظیر کتب اسلام میں نہیں مل سکتی۔ ان ہر دو کتابوں سے میں کافی مستفید و مستفیض ہوا۔ اس کے بعد میں امام سندھیؒ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دوسری کتابیں پڑھیں مثلاً الخیر الکثیر، بدور البازغہ[2]، سطعات[3]، الطاف القدس[4]، تاویل الاحادیث[5] از خود تفہیمات[1] کا مطالعہ کیا۔ اور "العبقات" امام سندھی سے پڑھی۔

جب میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ سے بہت کچھ آگاہ ہو گیا تو مجھے اور بھی شوق و رغبت ہوئی کہ امام شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کی تفسیر پڑھوں میں نے مولانا سندھیؒ سے اس کی درخواست کی اور ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور حق یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ میرے ان خیالات سے خوش ہوئے اور اس بارے میں بڑے شوق کا اظہار کیا۔

میں نے امام شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کو اپنانے میں پوری پوری کوشش کی۔ ہر روز طلوع آفتاب سے لے کر ظہر کی نماز یا عصر کی نماز تک امام سندھی سے استفادہ کا یہ سلسلہ جاری رہتا وہ عربی میں جو کچھ فرماتے میں اس کو لکھ لیتا۔ اور میری پوری پوری کوشش تھی کہ اس املا و کتابت میں ایک جملہ بھی نہ چھوٹ جائے۔ چنانچہ میں نے ایک سو پچاس (۱۵۰) دنوں میں ایک ہزار چار سو صفحات لکھ ڈالے۔ ۱۸ جمادی الاول پیر کے دن ۱۳۵۶ھ سے لے کر ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ہجری تک۔ یا ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء تک یہ کام میں نے انجام کو پہنچایا۔

میرے استاد مولانا سندھیؒ املا کرانے سے تھکنے کا نام نہ لیتے اور میری خوشی کا یہ عالم تھا کہ مجھے بھی

بقیہ صفحہ گزشتہ:

الدولۃ تدوم مع الکفر والعدل:	حکومت پائیدار رہتی ہے جبکہ کفر کے ساتھ عدل ہو۔ اور
والدولۃ لا تدوم مع الاسلام مع الظلم۔	وہ حکومت ناپائیدار رہتی ہے جو اسلام کے ساتھ ظلم کرتی ہو۔

رشوت ستانی کے مہلک اثرات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ

لہ الحمد للہ کہ ہم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ ۱۳۷۶ھ ہم کر چکے ہیں۔ جس کو شیخ غلام علی اینڈ سنز نے کشمیری بازار اور بندر روڈ کراچی سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب تحقیقاً دہی شان رکھتی ہے جو امام سندھیؒ نے بیان کی ہے ۱۲۔ ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ۔

سننے اور لکھنے کا اشتیاق بڑھتا ہی جاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ بعض اوقات میں سخت بیمار رہتا تھا۔ جب میں درس سے فارغ ہوا تو میں نے امام سندھی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ لیکن میرے اس شکریے سے ہزار گونہ زیادہ امام سندھیؒ نے میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ ان کا کرم تھا کہ جب انھوں نے میرا عزم وثبات میری مسرت وخوشی اور میری کوشش بلیغ دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ جب امام سندھی نے اپنے امالی کو پوری طرح دیکھ لیا اور یہ بھی دیکھا کہ اس سلسلے میں ضبط ونظم پر پوری طرح توجہ دی ہے اور پورے اہتمام سے لکھا ہے کہ تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

امام سندھیؒ جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے تو اس میں معترضہ جملہ گاہ بگاہ کہہ دیتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ چنانچہ میں اس جملہ کو جملہ معترضہ کرکے لکھ دیتا۔ یہ معترضہ جملے چھوٹی بڑی فصلوں کی مانند ہوتے اور مختلف فوائد کے حامل ہوتے اور میں اس طریقہ کو پسند کرتا تھا۔ ان معترضہ جملوں میں زیادہ تر حکایتیں، لطائف اور نوادر ہوتے تھے اور یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہوتے تھے۔ جب مناسب ہوتا اور انہیں فرصت ہوتی تو امام سندھیؒ سیاسی باتیں شروع کر دیتے اور میں سمجھتا تھا یہ باتیں امانت ہیں۔ قابل اظہار نہیں ہیں۔ لیکن جب اسلام کی تعلیم کے دوران امور سیاسیہ اجتماعیہ کی بحث ہوتی تو صاف صاف کہہ دیتے اور صریح اور قطعی طور پر بتا دیتے اور کسی سے نہ ڈرتے۔ نہ خواہ مخواہ خوشامد نہیں کرتے تھے اور نہ چکنی چپڑی باتیں کرتے تھے۔ والسلام

موسیٰ جار اللہ عفرلہ

مقدمہ

اعلیٰ طبقہ کے لوگ مفہمین ہیں

جاننا چاہیئے کہ لوگوں کے مختلف طبقات ہیں ان تمام طبقوں میں اعلیٰ طبقہ مفہمین کا ہے [1] اور مفہمین کی چند قسمیں ہیں جن کی استعداد وقابلیت مختلف ہے۔ جب حکمت الٰہیہ مقتضی ہوتی ہے

---

[1] وہ ایسے لوگ ہیں جن کی ملکیت اور فرشتہ صفتیں انتہا درجہ بلند اور اونچی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کے لئے ممکن ہو جاتا ہے نظام مطلوب کو داعیہ حقانیت کے ساتھ قائم کریں۔ اور ان پر "ملاء اعلیٰ" سے علوم واحوال نازل ہوتے رہیں۔ (دیکھو حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ صفحہ ۸۴)

کہ مخلوق میں سے کسی کو "مفہم" بنا کر بھیجے کو وہ لوگوں کو ظلمات اور تاریکیوں سے انہیں نکال کر نور روشنی کی طرف لے جائے تو اپنے بندوں پر فرض گردانتا ہے کہ اپنے قلوب اور زبانوں کو اس کے حوالے کر دیں اور "ملا اعلیٰ"۔ پس اس کی رضامندی کی تاکید کی جاتی ہے کہ جن کے لئے یہ مطیع منقاد اور اراضی اور خوش ہیں اور جس نے اس کی مخالفت کی یا مخالفت کی نیت رکھتا ہے اس پر لعنت بھیجیں۔ اور یہ مفہوم لوگوں کو اس سے با خبر کر دیوے۔ اور اپنی اطاعت ان پر لازم وضروری قرار دیوے اور وہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور کامل مفہم وہ ہے جو حکیم، خلیفہ اور مؤید بروح القدس، اور ہادی اور ترکی ہو، اور انہیں میں امام ومنذر ہوا کرتے ہیں۔[1]

---

[1] امام ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۴ میں فرماتے ہیں مفہمیں چند قسم کے ہیں جن کی استعداد مختلف ہوتی ہے۔

اول[1] یہ کہ جس کے اکثر حالات ایسے ہیں کہ عبادات وطاعات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے علوم تہذیب نفس اللہ کرتا ہے۔ تو یہ کامل "مفہم" ہے۔

دوم[2] یہ کہ جس کے حالات تعلق اخلاق فاضلہ اور تدبیر منزل اور اس کے مثل ہے۔ وہ "حکیم" ہے۔

سوم[3] یہ کہ جس کے حالات تعلق سیاسات کلیہ ہے اور اس کے موافق لوگوں میں عدل وانصاف کو عام اور شائع کرتا ہے اور ظلم وجور سے لوگوں کو روکتا ہے۔ اس کو "خلیفہ" کہتے ہیں۔

چہارم[4] یہ کہ "ملاء اعلیٰ" جس سے متاثر ہوتا ہے اور "ملاء اعلیٰ" اسکو تعلیم دیتا ہے اور وہ اس کو مخاطب کرتے ہیں اور ملاء اعلیٰ اس میں سرایت کر گیا ہے جس سے مختلف قسم کی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کو "مؤید بروح القدس" کہتے ہیں۔

پنجم[5] یہ کہ جس کی زبان وقلب سے نور ٹپکتا ہے اور لوگ اس کے نصائح اور موعظت سے منتفع ہو رہے ہیں جن سے اس کے حواری اور رفقاء سکون وسکینہ اور تسکین قلب اور نور حاصل کرتے ہوں اور درجہ کمال کو وہ پہنچے ہوں۔ اور خود اس کی ذات ہدایت ورشد پر حریص ہوں اس کو ہادی اور ترکی کہتے ہیں۔

ششم[6] یہ کہ اکثر حالات جس کے اکثر علوم قواعد ملت اور اس کے مصالح کا احیاء ہو۔ اور وہ اس بات کا حریص ہے کہ مندرس اور مٹی ہوئی چیزوں کا احیا کرے اور قدیم چیزوں کو قائم کرے اور جدید بدعات سے روکے۔ اس کو "امام" کہتے ہیں۔

ہفتم[7] جس شخص کے قلب میں روحانی باتیں پھونکی جائیں اور وہ اس کی خبر دیوے تو اس کو "منذر" کہتے ہیں۔ ۲۱-۱۲

ابو سعید السندی

اور اعظم ترین انبیاء کرام وہ ہیں جن کو دوسری قسم کی بعثت حاصل ہو۔ اور یہ اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ مخلوق کو ظلمات سے نکال کر نور و روشنی کی طرف لے جائے اور جو مبعوث ہوا ہے اس کا ارادہ ہے کہ اپنی قوم کو وہ

خیر امۃ اخرجت للناس — تم دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے بہترین امت ہو۔

گردانے۔ تو اس کی بعثت دوسری قسم کی بعثت ہے۔

پہلی قسم کی بعثت کے متعلق اس آیت میں اشارہ ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم الخ — وہی ہے جس نے انہی لوگوں پر ان سے رسول مبعوث کیا۔

اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین — تمھیں آسانی کے لئے بھیجا گیا سختی کے تم مبعوث نہیں کئے گئے ہو

ہمارے پیغمبر تمام علوم مفہمین لے کر آئے تھے اور ہر دو قسم کی بعثت کے جامع تھے اور آپ کے پیشتر جو پیغمبر اور انبیاء آئے تھے وہ اپنے اندر ایک فن یا دو فن یا زیادہ کم رکھتے تھے۔

جاننا چاہیئے کہ مرسلین کی بعثت کے متعلق اقتضاء حکمت ایسی ہے یہ کہ خیر نسبتی و اضافی میں منحصر ہوتی ہے جو تدبیر بعثت میں معتبر ہوتی ہے اور اس کی حقیقت علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر یہ معلوم ہے اور ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ یہاں چند اسباب ہیں جس سے کوئی بعثت خالی نہیں ہوا کرتی۔

اور یہ یا تو کسی دولت و حکومت کے ابتدائی ظہور کا وقت ہوتا ہے اور مبعوث من اللہ کے ذریعے تمام دولتیں اور حکومتیں ختم کردی جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ایسی شخصیت کو مبعوث فرمانا جو اس دولت و حکومت کے تمام افراد و اشخاص کو اور اس کے دین کو اور دولت و حکومت کے تمام افراد کو درست کر دیوے۔

جیسے کہ بعثت حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

جب تمام قومیں اور ملتیں اس حالت کو پہنچ گئیں کہ اپنے لئے کچھ علیحدہ علیحدہ طریقے مخصوص و مقرر کرلئے اور اس کے لئے زبانیں کھول لیں اور زبان درازیاں کرنے لگے اور اسلحہ کے ذریعہ قتال و جنگ کی نوبت آگئی اور ان میں ظلم و جور پوری طرح ابھر آیا اور وہ تمام باتیں ان لوگوں نے ترک کر دیں جو ان کے لئے

---

[1] اس کی وضاحت کے لئے حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۳ طبع مصر ملاحظہ ہو۔

مستحسن اور ممتاز ہیں اور حق وحقیقت ان پر مخفی ہوگئی۔ ہر امت، ہر قوم و ملت نے دوسری امت دوسری قوم و ملت سے انکار کیا، اور اس پر لعنت بھیجنے لگی۔ حق ان پر مخفی ہوگیا اور قتال و جنگ کی نوبت آگئی۔ ایسے وقت میں ان کو ایک امام راشد کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام ملتوں اور قوموں کے ساتھ خلیفہ راشد کا معاملہ کرے۔ اور وہ برتاؤ کرے جو شاہانِ ظلم و جور کے ساتھ کیا جانا چاہیئے[1]

جو امام تمام ملتوں اور قوموں اور امتوں کو ایک ملت، ایک قوم ایک امت بنانا چاہتا ہے وہ چند اصولوں کا محتاج ہوتا ہے اور اس کے لئے ان اصول کی پوری رعایت و پابندی ضروری ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک قوم، ایک ملت کو وہ سنت راشدہ کی طرف دعوت دیوے۔ پہلے وہ اس کو ترکی اور پاک و صاف کرلیوے اور ان کی شان اور حالات کو درست کرلیوے اور پھر ان کو بمنزلہ اعضاء و جوارح کے استعمال کرے۔ پھر یہ ان کے ذریعے زمین کے بسنے والوں کے خلاف جہاد کرے اور تمام کو آفاق و اطراف میں متفرق و منتشر کردیوے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو معروف **بالمعروف وتنهون عن المنكر** کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو۔

اور یہ کیوں، اور کس لئے ہوتا ہے؟ اس لئے کہ یہ امام تنہا اپنی ذات سے اس کو پورا نہیں کرسکتا غیر محدود غیر محصور امتوں، ملتوں اور قوموں کے خلاف جہاد اس کے لئے مشکل اور دشوار ہوتا ہے اور یہ مسلم اور مانی ہوئی بات ہے کہ اپنی قوم و ملت کے علاوہ کو مطیع و منقاد کرنا، اس کے لئے مدت مدید اور زمانہ طویل درکار ہوتا ہے اور اس مدت اور اس زمانہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر وفا نہیں کرتی۔ جیسا کہ موجودہ شرائع

---

[1] اور تمہارے لئے عبرت ہے کچھ کتاب کلیلہ و دمنہ نے نقل کیا ہے۔ صاحب کلیلہ و دمنہ نے ہندی سے فارسی میں منتقل کیا ہے اور ملتوں اور قوموں کا اختلاط بیان کیا ہے اور اس نے صحیح و ثواب کی پوری پوری کوشش کی ہے لیکن وہ بہت تھوڑے امور سے واقف ہوسکا۔ حقیقت معلوم کرنا چاہی۔ لیکن وہ بہت کم حقیقت پاسکا۔

اور ہمیں عبرت کے لئے کافی ہے جو اہل تاریخ نے جاہلیت کے حالات، جاہلیہ کا اضطراب و تذبذب بیان کیا ہے۔ اس سے عبرت حاصل کریں۔ حالات کو پڑھیں اور ان پر غور کریں۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۱۸ ج ۱ طبع مصر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔ ابوسعید غلام مصطفیٰ سندھی۔

حال ہمیں معلوم ہوا - یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کا پہلا طبقہ یہ سب کے سب اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے - جب نبی اور پیغمبر نے غلبہ حاصل کرلیا تو وہ اسلام لائے اور اس پیغمبر کی اصلاحات کو قبول کیا۔

ان اقالیم صالحہ انبہائے مہذبہ جو لوگوں میں اعتدال مزاج پیدا کرسکتی تھیں وہ سب کی سب بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دو بڑے بادشاہوں کے ماتحت تھیں - ایک "کسریٰ" جو عراق و یمن و خراسان، اور ان کے اردگرد، ان کے اطراف و جوانب میں پھیلی ہوئی تھیں اور جبریہ مسلط تھے اور ماوراء النہر اور ہندوستانی بادشاہ، راجہ مہاراجہ جن کے حکم پر چلا کرتے تھے ۔ اور ہر سال اس کو خراج دیا کرتے تھے ۔

دوسرا "قیصر" تھا - جو شام و روم اور اس کے اطراف و جوانب پر مسلط تھا - اور شاہان مصر و مغرب اور افریقہ اس کے ماتحت تھے جو اس کو سالانہ خراج دیا کرتے تھے ۔

ان دو بادشاہوں پر مسلط ہو جاتا تھا بمنزلہ تمام زمین پر مسلط ہو جاتا تھا اور ان تمام کی یہ حالت تھی کہ ترفہ و خوش حالی کے عادی ہو چکے تھے ۔ اور وہ لوگ جو ان ہر دو بادشاہوں کے احکام پر عمل کرتے تھے ۔ ترفہ اور خوش حالی عام تھی ان کے عادات و حالات اور اطوار کو بدلنا - ان سے روکنا ایسا تھا کہ فی الجملہ تمام اہل بلدان تمام آبادیوں کو بدلنے کے مرادف اور مقتضی تھا ۔

اب رہے اطراف و نواحی کی بستیاں اور آبادیاں جن کے اندر اعتدال مزاج پایا ہی نہیں جاتا تو ان کا مصلحت کلیہ میں زیادہ اعتبار داخل ہی نہیں ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ملت عوجاء اور امت کج اخلاق کی اقامت درستگی اور اصلاح کا قصد فرمایا اور لوگوں کے لئے ایک ایسی امت و ملت پیدا کر لی جو امر بالمعروف اور دنیا جہاں کو منکرات سے روکیں - اور ان کی رسومات اور رواجات کی اصلاح کریں اور یہ موقوف تھا اس ہر دو سلطنوں کو نیست و نابود کر دیا جائے اور آسانی سے ان کے تغیر حالات سے تعرض کیا جائے کیونکہ ان ہر دو بادشاہوں کے حالات تمام اقلیمہائے صالحہ میں سرایت کر چکے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ۔

هلك كسرى ولا كسرى بعده وهلك	کسریٰ ہلاک ہوگیا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے اور
قيصر ولا قيصر بعده	قیصر ہلاک ہوگیا - اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہے ۔

چنانچہ تمام باطل رسومات زمین اور عرب کو اور اردگرد کی آبادیوں اور شہروں میں پھیلے پڑے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے ہاتھوں توڑ دیا اور پوری طرح ان کو کچل دیا۔ وللہ الحجۃ البالغہ [1]

چنانچہ مہاجرین اولین اور انصار کا طبقہ قریش اور ان کے اردگرد کے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنے۔ ان کے ان کے ذریعہ عراق و شام، پھر ان کے ذریعے ایران و روم کو فتح کیا۔ پھر ان کے ذریعہ ہندوستان اور ترک اور سوڈان کو فتح کیا۔ یہ حضرات بمنزلہ اساس انبیاء کے تھے جس پر دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اور ظاہر ہے ان ہی دیواروں پر چھت قائم ہوتی ہے [2]

(جاری ہے)

بقیہ صفحہ ۸ سے آگے

اور جناب محمد داؤد رہبر نے ترکی انقرہ یونیورسٹی سے ۱۹۵۰ء راقم کو جو خط لکھا تھا۔ اس کی چند سطور درج ذیل ہیں کہ سورتوں کی ترتیب کی فہرستیں کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ علوم قرآن کی قدیم کتابوں میں ہر جگہ ان کی بحث ہے " اتقان فی علوم القرآن " مؤلفہ امام جلال الدین سیوطیؒ میں اس ترتیب کی مفصل بحث ہے۔ یورپ میں ان قدیم بحثوں کا مشہور ترین جائزہ پروفیسر نولڈیکے کے قلم سے ہے۔ جو علمائے مغرب کے ہاں متبہ پایہ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ پروفیسر موصوف کی یہ ترتیب قرآن کریم کے اس انگریزی ترجمے کے دیباچہ میں درج ہے جو پروفیسر پالمر نے کیا ہے"

جاری ہے

---

[1] باب الحاجۃ الی دین ینسخ الادیان۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۸ طبع منیریہ مصر کا ملاحظہ کیجئے۔

[2] حجۃ اللہ البالغہ کا باب جہاد ج ۲ ص ۱۷۲ طبع مصر ملاحظہ ہو۔ ابوسعید السندھی۔